قربانی

میں شرکت کے اہم مسائل

تالیف

ندیم احمد انصاری

(خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا)

http://afif.in/

تصدیق

مفتی جسیم الدین قاسمی

(مفتی واستاذ مرکز المعارف، ممبئی)

ناشر

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن انڈیا

تفصیلات

کتاب: قربانی میں شرکت کے اہم مسائل
مصنف: ندیم احمد انصاری (ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا)
تصدیق: مفتی جسیم الدین قاسمی (مفتی و استاذ مرکز المعارف، ممبئی)
صفحات: 24
ناشر: الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا
ویب سائٹ http://afif.in
ای میل: afif.in2008@gmail.com
فیس بک: fb.com/alfalahislamicfoundation
بلاگ: Alfalahislamicfoundation.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۞	تمہید	۵
۱	بڑے جانور میں شرکت کا ثبوت	۷
۲	سات افراد کی شرکت متفق علیہ	۸
۳	تمام شرکا مسلمان ہوں	۱۱
۴	قربت وثواب کی نیت ضروری	۱۲
۵	قربت کی مختلف جہات	۱۳
۶	ہر شریک کا مال حلال ہو	۱۳
۷	جانور ذبح ہونے تک ہر شریک زندہ ہو	۱۴
۸	مسئلے میں قدرے تفصیل	۱۴
۹	جانور خریدنے سے قبل شرکت	۱۵
۱۰	سات حصے سے کم	۱۶
۱۱	ایک حصے میں متعدد افراد کی شرکت	۱۷
۱۲	بلا اجازت کسی کی طرف سے شرکت	۱۸

۱۳	نذر کے حصے کا حکم	۱۹
۱۴	قضا کا حصہ	۲۰
۱۵	میت کی طرف سے صدقہ یا قربانی	۲۰
۱۶	ذبح کے بعد شرکت	۲۱
۱۷	تین دن کے بعد قربانی	۲۱
۱۸	شرکا کے نام پکارنا	۲۲

تمہید

الحمدللہ حمداً موافیاً لنعمہ مکافیاً لمزیدہ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ وجنودہ۔ أما بعد:

فی زمانہ بڑھتی مہنگائی اور درپیش نت نئے مسائل مثلاً رہائشی علاقوں میں جگہ کی قِلّت اور ملک کے امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے پیش نظر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد قربانی کے لیے بڑے جانور میں شرکت کرنے کو ترجیح دینے لگی ہے، جس کے پیشِ نظر بعض فلاحی اداروں اور مدرسوں وغیرہ کے ذمّے داران جگہ جگہ اجتماعی قربانی کا نظم کرتے ہیں۔ متوسط گھرانے خصوصیت سے ایسی قربانیوں کو ترجیح دیتے ہیں، اصول وقوانین کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے اگر یہ قربانیاں پیش کی جائیں تو ان میں کوئی خاص حرج بھی معلوم نہیں ہوتا لیکن عموماً اس باب میں ایسے تساہل وغفلت سے کام لیا جاتا ہے، جس کے چلتے بہت دفع قربانی کا درست ہونا مشکوک ہو جاتا ہے۔ اسی لیے 'قربانی میں شرکت کے اہم مسائل' کے نام سے یہاں چند باتیں پیش کی جارہی ہیں اس امید پر کہ غلطیوں کی اصلاح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عنایت فرمائے۔ آمین

العبد ندیم احمد انصاری عفا اللہ عنہ

۲۹/ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ الموافق ۳۱/اگست ۲۰۱۶ء

بڑے جانور میں شرکت کا ثبوت

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ الحُدَيْبِيَةِ الْبُدْنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ والے سال قربانیاں کیں تو ہم اونٹ میں سات لوگ شریک ہوئے اور گائے میں بھی سات۔ (مسلم:1318)

جب کہ اونٹ سے متعلق دس شُرکا کی روایت بھی وارد ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ الأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الجَزُورِ عَشَرَةً۔

ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی تو ہم گائے میں سات شریک ہوئے اور اونٹ میں دس۔ (ترمذی:905)

سات افراد کی شرکت متفق علیہ

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں پہلی حدیث صحیح بھی ہے اور صریح بھی اور دوسری حدیث صحیح تو ہے مگر صریح نہیں یعنی اس کی دلالت محکم نہیں۔اس حدیث سے جن لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں، ان کا استدلال تام نہیں، کیوں کہ اس موقع پر جو جانور ذبح کیے گئے تھے وہ عید الاضحیٰ کی قربانی کے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خوشی کے موقع پر ایسے ہی کھانے کے لیے ذبح کیے گئے ہوں، کیوں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، اس لیے یہ حدیث صریح نہیں۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ لشکر میں جانور امیر کی نگرانی میں ذبح ہوتے ہیں پھر فوجیوں میں گوشت تقسیم ہوتا ہے لیکن عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے بہ جائے جانور تقسیم کیے تاکہ لوگ خود ذبح کر کے کھائیں، پکنک منائیں، کیوں کہ وہ خوشی کا دن تھا، پس گائے سات آدمیوں کو دی اور اونٹ دس کو، کیوں کہ اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے اور قربانی کرنے کے لیے تقسیم کیے ہوں، یہ بھی احتمال ہے، چوں کہ اس حدیث کی دلالت قطعی نہیں، اس لیے اس سے استدلال درست نہیں۔(تحفۃ الالمعی :3/306بتغیر)نیز سات کی شرکت میں قربانی ہونا متفق علیہ ہے اور دس کی شرکت مختلف فیہ ہے تو متفق علیہ پر عمل احوط ہے۔(کفایت المفتی:8/191)

اسی لیے فقہاے احناف وشوافع کے یہاں بڑے جانوروں کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی اور بھیڑ، بکری میں صرف ایک آدمی شریک ہوسکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ واجب قربانی ادا ہونے کے لیے تو ایک بکرے میں کسی بھی قسم کے متعدد افراد کی شرکت ناجائز ہے، ہاں ایک بکرے کی قربانی میں ثواب کی امید سے بے شمار لوگوں کو شریک کرنا حنفیہ کے یہاں نہ صرف جائز بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

احناف وشوافع کی دلیل حضرت جابرؓ کی وہ روایت ہے جو صلحِ حدیبیہ سے متعلق اوپر گزری، چوں کہ اس روایت میں 'بدنۃ' یعنی اونٹ اور 'بقرۃ' یعنی گائے اور بھینس کو ہی سات آدمیوں کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے' نہ کے بکرے وغیرہ کو، اس لیے انھیں جانوروں میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت جائز ہوگی نہ کہ بکرے وغیرہ میں۔ حاصل یہ کہ سات شرکا سے زائد کا ہونا بھی بڑے جانور میں درست نہیں اور یہ بھی درست نہیں کہ ساتوں شرکا میں سے کسی کا حصہ کم زیادہ ہو، مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ قربانی چوں کہ اللہ کے حضور پیش کی جانے والی ایک عظیم عبادت ہے، اس لیے پسندیدہ یہی ہونا چاہیے کہ مناسب ومتوسط قیمت کا مستقل جانور خرید کر قربانی کی جائے، لیکن اگر کسی وجہ سے بڑے جانور میں حصہ لے کر اس فریضے سے سبک دوش ہونا چاہیں، تو اس کی بھی شریعت نے گنجائش رکھی ہے، لیکن اس میں مادّیت کے غلبے کے دور میں ہر ممکن احتیاط ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ زندگی کے مختصر تجربے ومشاہدے کے باعث اجتماعی قربانی کے مسئلے میں ہمیں متعدّد اشکالات ہیں،

جس کو ایک اردو روزنامے کی درجِ ذیل تحریر نے مزید پختہ کر دیا ہے:

''ممبئ میں قربانی کے موقع پر اب بڑی تعداد میں [لوگ] ہر گلی چوراہے پر ٹیبل لگائے بیٹھے رہتے ہیں، جو حصوں والی قربانی کی بُکنگ کرتے ہیں، گوشت چاہیے تو چار ہزار روپئے اور گوشت نہیں چاہیے تو تیرہ سو روپئے۔ اس کا کیا مطلب ہے یہ تو وہی جانیں مگر اتنا ضرور ہے [کہ] اس نیک کام کی آڑ میں اب بہت سے ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو مجموعی طور سے فراڈ ہوتے ہیں، نہ ان کا دار العلوم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کوئی بڑا مدرسہ چلاتے ہیں، صرف کاغذ پر ہی دار العلوم چلتا ہے، جسے دکھا کر وہ قوم سے دھوکے بازی کرتے ہیں''۔۔الخ۔۔(ف، الف)

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب قربانی کی رقم حاصل کرنے کے لیے بھی لوگ فراڈ کرنے لگے اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسا کرنے والے خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس معاملے میں جہاں دھوکہ دھڑی کا گناہ ہے، وہیں ایک عظیم عبادت 'قربانی' کو برباد کرنے کا گناہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی واقعی نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس نیک کام کی آڑ میں ایسے بہت سے لوگ سامنے آئے ہیں جو مجموعی طور سے فراڈ ہوتے ہیں، جس کی مثالیں ہر جگہ دیکھی جا سکتی ہیں۔ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ جن کا واقعی کوئی مدرسہ وغیرہ بھی ہو، وہاں بھی قربانی کی رسید بناتے ہوئے ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس کا کوئی اہتمام کیا گیا ہو کہ جس شریک کے نام پر رسید بنائی جا رہی ہے، اس

کی کمائی یارقم وغیرہ کا کچھ حال معلوم کیا جائے، جب کہ علمانے تصریح کی ہے کہ بڑے جانور کے شرکا میں سے کسی ایک کی بھی کمائی حرام ہوئی تو بقیہ شرکا کی قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔نہ ہم نے اس بات کا کہیں اہتمام دیکھا کہ قربانی کی رقم دینے والے سے کسی قسم کا رابطہ رکھا جاتا ہو،جس سے ذبح کے وقت یہ علم ہو سکے کہ قربانی کی رقم دینے والا وہ شریک باحیات بھی ہے یا انتقال کرگیااور اب اس کی طرف سے قربانی درست ہے یا نہیں؟اسی لیے قربانی کی رقم کسی ادارے کو حوالے کرتے یا کسی شخص کو اس کا وکیل بناتے وقت صرف یہ جان لینا کافی نہیں کہ فلاں نام سے کوئی ادارہ واقعی موجود ہے یا نہیں، بلکہ درجِ ذیل امور سے متعلق اطمینان کر لینا ضروری ہے۔ایسے بہت سے مسائل ہیں جو بڑے جانوروں میں شرکت کے لیے جاننے اور عمل میں لانے ضروری ہیں،جن سے ہم یہاں بحث کریں گے۔ان شاءاللہ

تمام شُرکا مسلمان ہوں

سب سے پہلا مسئلہ یہ کہ بڑے جانور کے تمام حصوں میں ہر شریک مسلمان ہو۔

و لو كان أحد الشركاء ذميا كتابيا أو غير كتابي و هو يريد اللحم أو يريد القربة في دينه لم يجز لهم عندنا۔(ہندیۃ: 5/304)

فی زمانہ اس مسئلے پر توجہ دینے کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ آج کل الحاد و بے دینی عام ہے،ایک ہی گھرانے میں مختلف مذہب کے ماننے والے بستے ہیں،جن

کے نام میں بھی التباس ہوتا ہے۔اس صورت میں محض مسلمانوں والا نام ہونے کی وجہ سے اگر کسی کو بڑے جانور کے حصص میں شریک کرلیا گیا تو بقیہ شرکا کی قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔

قربت وثواب کی نیت ضروری

قربانی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہرایک شریک کی نیت قربت وثواب کی ہو یعنی اگر کوئی شخص محض گوشت کھانے یا فروخت کرنے کی نیت سے بڑے جانور کی قربانی میں شریک ہوگیا اور اس کی نیت ثواب وقربت کی نہ ہوئی تو اس کے ساتھ کسی بھی شریک کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

والإبل والبقرة يجوز عن سبعة إذا أراد الكل للقربة۔(خانية: 4/331) لا يشارك المضحى فيما يحتمل الشركة من لا يريد القربة رأسا فإن شارك لم يجز عن الأضحية۔(هندية: 5/304)

علمانے لکھا ہے کہ اگر سات آدمیوں نے مل کر ایک جانور خریدا، پھر معلوم ہوا کہ ایک کی نیت گوشت فروخت کرنے کی ہے، کیوں کہ وہ گوشت فروخت کرنے کا پیشہ کرتا ہے وغیرہ تو اس کا حصہ کوئی اور قربانی کرنے والا خرید لے، اس کے بعد قربانی کی جائے، ورنہ سب کی قربانی خراب ہوجائے گی، کسی کی بھی درست نہیں ہوگی۔(فتاویٰ محمودیہ قدیم: 2/313)

قربت کی مختلف جہات

قربانی میں نیت تو سب کی قربت وثواب کی ہو لیکن جہات مختلف ہوں، مثلاً عیدالاضحیٰ، عقیقہ، دمِ جنایت، دمِ قران اور ولیمے وغیرہ کی نیت کی بڑے جانور میں حصہ لیا جائے، تو یہ قربانی درست اور ہر شریک کی مراد پوری ہو جائے گی، لیکن افضل یہ ہے کہ ہر شریک کی نیت ایک ہی جنس سے ہو۔

و لو نویٰ بعض الشرکاء الأضحية و بعضهم هدی المتعة و بعضهم هدی القران و بعضهم جزاء الصيد و بعضهم دم العقيقة لولادة ولد له فی عامة ذلک، جاز عن الکل فی ظاهر الرواية۔۔۔ و عن أبی يوسف فی 'الأمالی' أنه قال: الأفضل أن يکون الکل من جنس واحد۔ (خانيه: 5/304، هنديه: 5/304)

ہر شریک کا مال حلال ہو

اجتماعی قربانی کے درست ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر حصے دار کی رقم شرعاً حلال ہو۔ اگر بڑے جانور میں بینک یا انشورنس کا ملازم یا کوئی بھی ایسا شخص شریک ہوا کہ جس کی کُل یا اکثر آمدنی حرام ہے [اور قربانی کے حصے میں دی جانے والی رقم اسی مال میں سے ہو تو] اس کی شرکت سے دوسرے شرکا کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ: 7/503) اسی طرح سود خوار کے ساتھ بھی قربانی میں شریک نہیں ہونا

چاہیے۔(کفایت المفتی:8/190)

جانور ذبح ہونے تک ہر شریک زندہ ہو

کئی شریک ہونے کی صورت میں قربانی درست قرار پانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جانور ذبح ہونے تک ہر شریک باحیات ہو یا اس کے انتقال کی صورت میں تمام وارث بالغ اور رضامند ہوں۔

وإن مات أحد السبعة المشتركين فی البدنة، وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل، ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم لأن بعضها لم يقع قربة۔(درمختار زکریا:3/479، قاضی خان:3/351)

مسئلے میں قدرے تفصیل

اس مسئلے کی یہ وضاحت ملحوظ رہے کہ اگر کوئی مال دار شخص جس پر قربانی واجب ہو، بڑے جانور میں شریک تھا اور قربانی ذبح ہونے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تو دوسرا کوئی شخص اس کے حصے کو اس کے ورثا سے خرید کر قربانی کر سکتا ہے، جب کہ تمام ورثا بالغ ورضامند ہوں، اس صورت میں تمام شریکوں کی قربانی درست قرار پائے گی۔

و لو مات الموسر فی أيامها سقطت و فی الحقيقة لم تجب۔
(شامی:9/458، هندية: 5/297)

لیکن اگر شریک صاحبِ نصاب نہیں تھا اور اس نے بڑے جانور میں حصہ لیا اور جانور ذبح ہونے سے قبل وہ انتقال کر گیا تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایامِ قربانی سے قبل جانور خرید لیا گیا تھا تو کوئی دوسرا شخص مرحوم کے حصے کو اس کے ورثا سے خرید کر شریک ہوسکتا ہے، جب کہ وہ تمام بالغ ورضامند ہوں، اس صورت میں بھی تمام شریکوں کی قربانی ادا ہو جائے گی، لیکن اگر جانور ایامِ نحر میں خریدا گیا تھا تو فوت شدہ شریک کے حصے کو اس کے ورثا سے خرید کر شریک ہونا درست نہیں بلکہ مرحوم کے ورثا پر لازم ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کریں، تاہم اگر ورثا سے مرحوم کا حصہ خرید ہی لیا گیا تو بھی قربانی درست ہو جائے گی۔

فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرك فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب۔ (شامی: 9/459) ووقع فی التاتارخانيه: التعبير بقوله شراها لها أيام النحر وظاهره أنه لو شراها لها قبلها، لا تجب۔ (أيضاً: 465)

جانور خریدنے سے قبل شرکت

اس لیے جس بڑے جانور میں شرکت کی جارہی ہے، شریک ہونے والے اس جانور کو خریدنے سے پہلے شریک ہو جائیں اور پھر جانور خریدیں تو یہ احوط اور افضل ہے اور اسی حکم میں یہ صورت بھی ہے کہ خریدنے والا اس نیت سے خریدے کہ ایک حصہ یا دو حصے میں اپنی قربانی کے لیے رکھوں گا اور باقی حصص میں دوسروں کو شریک کر

لوں گا کہ یہ بھی جائز ہے لیکن اگر اس نے بغیر کسی نیت کے جانور خرید لیا اور بعد میں دوسروں کو شریک کر لیا تو اس کے جواز میں اختلاف ہے لیکن راجح جواز ہے۔ والاشتراک قبل الشراء أحب۔ (ملتقی الأبحر: 2/223) لو لم ینو عند الشراء ثم اشرکھم فقد کرھه أبو حنیفة۔ وإن نوی أن یشرک فیھا ستة أجزاته، رد المحتار۔ (کفایت المفتی: 8/190 بتغیر)

سات سے کم حصے

جن جانوروں میں قربانی کے سات حصے جائز ہیں، ان میں یہ لحاظ رکھا جانا ضروری ہے کہ کوئی حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔

إن أصاب أحدھم أقل من سبع لا یصح۔ (بزازیہ علی ہامش الہندیہ: 6/290) وفی البدائع: ولا یجوز بعیر واحد ولا بقرة واحدة عن أکثر من سبعة۔ (بدائع الصنائع: 5/70، ہندیہ: 5/305)

بہ الفاظِ دیگر دو تین چار پانچ چھ حصے کرنا بھی جائز ہے، ایک اور سات ہی میں منحصر نہیں، سات سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اس سے کم میں یہ شرط ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو۔ (کفایت المفتی: 8/187، احسن الفتاویٰ: 7/507)

'امداد الاحکام' میں مرقوم ہے کہ جس شخص نے ایک حصۂ بقرہ میں سب امتِ محمدیہ کو شریک کیا، اگر اس کی نیت محض ثواب پہنچانے کی نہ تھی بلکہ سب کو اس حصے میں شریک کرنا اور سب کی طرف سے قربانی کرنا تبرعاً مقصود تھا تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی،

کیوں کہ بعض شرکا کے لیے ساتویں حصے سے کم ہوا، پس قربانی صحیح نہ ہوئی، نہ اس میں اور نہ باقی حصوں میں، بلکہ اس کے ذمّے باقی رہی۔(امداد الاحکام:4/256)

خلاصہ یہ نکلا کہ اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مثلاً ایک گائے میں شریک ہوکر قربانی کریں اور مثلاً پانچ یا چار حصے برابر کرلیں تو اس صورت میں قربانی درست ہے۔ درمختار میں ہے: و تجزی عما دون سبعۃ بالأولیٰ۔ یعنی اگر سات آدمیوں سے کم ایک گائے قربانی کریں تو بالاولیٰ جائز و درست ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر ایک گائے میں سات آدمیوں سے کم یعنی چار یا پانچ یا چھ شریک ہوں اور سب برابر گوشت تقسیم کریں تو یہ جائز ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں اور خلافِ اولیٰ نہیں [اس لیے کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے زیادہ ہے کم نہیں]، بلکہ لفظِ درِمختار 'بالأولیٰ' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادتیِ ثواب ہے اور یہی قیاس ہے، کیوں کہ اجر بہ قدرِ عمل ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:47-15/546)

ایک حصے میں متعدد افراد کی شرکت

'اغلاط العوام' میں ہے:

کسی نے دو شخص کی نیت کرلی تو اس کا حصہ تو گیا ہی تھا، اس کے ساتھ سب کا ہی ضائع ہوگیا، جیسے ایک نبی کا انکار سب انبیاء کا انکار ہے، اسی طرح قربانی کا اگر ایک حصہ بھی فاسد ہوگا تو تمام حصّے فاسد ہوجائیں گے اور قربانی کسی کی بھی درست نہ ہوگی۔(اغلاط العوام:135)

البتہ ایصالِ ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بڑے جانور میں سات آدمیوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے، جتنے آدمیوں کو ثواب پہنچانا منظور ہو ثواب بخش سکتے ہیں، سات آدمی قربانی کے جواز کے لیے شرط ہیں۔(کفایت المفتی:8/206)

یعنی جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جائے، چوں کہ وہ مِلک قربانی کرنے والے کی ہوتی ہے اور صرف دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے، اس لیے ایک حصہ کئی افراد کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے۔(امداد الفتاویٰ:3/573)

بلا اجازت کسی کی طرف سے شرکت

یہ بھی اہم مسئلہ ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے تبرعاً تطوعاً بغیر اجازت کے قربانی کی جائے تو وہ مطلقاً درست ہے، خواہ اس کی طرف سے قربانی کی عادت ہو یا نہ ہو اور اس کو عادت کی اطلاع ہو یا نہ ہو، کیوں کہ تبرعاً عن الغیر میں قربانی ذابح کی ملک پر ہوتی ہے، دوسرے کو محض ثواب پہنچتا ہے، قربانی اس کی ملک پر نہیں ہوتی۔(امداد الفتاویٰ:3/610) لیکن ایک شخص کسی کی طرف سے بغیر اس کے امر کے [واجب] قربانی کر دیتا ہے تو اس کے ذمے سے واجب ادا نہیں ہوگا اور اگر کسی [بڑے جانور کی] قربانی میں حصہ اس کی طرف سے دیتا ہے کہ گوشت دے کر پیسے وصول کرلے گا تو یہ در حقیقت اس کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی، بلکہ اس کے ساتھ گوشت کی بیع ہوگی، جس سے دوسرے شرکا کی قربانی بھی خراب ہو جائے گی۔(فتاویٰ محمودیہ کراچی: 24/131 بتغیر)

'اغلاط العوام' میں ہے:

اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اور اس کو اطلاع نہیں ہوتی، اس صورت میں قربانی ادا نہیں ہوتی۔ اس میں بڑی احتیاط ہونی چاہیے، اس لیے کہ اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے گی کہ جس سے ایک حصّے کی قربانی صحیح نہ ہو تو (بڑے جانور، جس میں سات لوگ حصّے دار ہوتے ہیں، ان میں سے) کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ اس لیے کہ قربانی نام ہے، اراقۂ دم کا اور وہ قابلِ تقسیم نہیں، جیسے ایک کنواں مشترک ہو اور ایک شریک کہے کہ ہم تو اپنے کنویں میں پیشاب کریں گے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے سارا ہی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (اغلاط العوام:134)

نذر کے حصے کا حکم

ایک اور اہم مسئلہ یہ کہ اگر بڑے جانور میں کسی شریک نے نذر کی قربانی کا حصہ لیا تو اس حصے کو باقاعدہ تول کر بالکل الگ کرنا ضروری ہوگا، اس لیے کہ اس حصے کا استعمال خود حصے دار کے لیے درست ہے اور نہ کسی بھی غنی کے لیے، اس لیے کہ اس کا فقرا پر تقسیم کرنا لازم وضروری ہے۔

إذا ذبح شاة لا يأكل منها الناذر، و لو أكل فعليه قيمة ما أكل۔ (تاتارخانيه:17/415 زکریا) و في البحر: وإنما وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئاً و لا أن يطعم غيره من الأغنياء۔۔۔ لأن

سبیلها التصدق۔(البحر الرائق: 9/327 زکریا)

قضا کا حصہ

علما نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی اور اس نے غفلت یا کسی وجہ سے قربانی ادا نہیں کی، یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو اب جانور کے ساتویں حصے کی قیمت کا صدقہ کرنا کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ قربانی سے مقصد اراقۃ الدم ہے، جس میں شرکت مقصود نہیں، ایامِ نحر میں جانور میں جوازِ شرکت خلافِ قیاس ہے، ایامِ نحر گزرنے کے بعد وجوبِ قیمت کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔(احسن الفتاویٰ: 7/480)

حتیٰ کہ اگر سات آدمیوں نے ایامِ نحر میں قربانی نہیں کی اور ان دنوں کے گزرنے کے بعد وہ سات آدمی مل کر بڑا جانور خرید کر فقرا پر صدقہ کرنا چاہیں تو بھی قربانی کی قضا درست نہیں ہوگی، بلکہ ہر ایک پر متوسط بکرے وغیرہ کی قیمت کا صدقہ ضروری ہوگا۔ فبين أن المراد إذا لم يشترها قيمة شاة تجزئ في الأضحية۔(ہندیہ: 5/296)

میت کی طرف سے صدقہ یا قربانی

بعض لوگ اپنے مرحومین کی طرف سے بڑے جانور میں حصہ لیا کرتے ہیں، تو قربانی کے دنوں میں میت کے ایصالِ ثواب کے لیے پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے

قربانی کرنا افضل ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے، کیوں کہ خیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا بھی اور فدا [فدیہ] کرنا بھی یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ قدیم: 2/87)

ذبح کے بعد شرکت

بعض لوگ ذبحِ جانور کے بعد قیمت دے کر قربانی کے لیے کافی سمجھتے ہیں، جب کہ جانور ذبح ہو جانے کے بعد پھر حصے کا تغیر و تبدّل درست نہیں۔ (عزیز الفتاویٰ: 1/719) یعنی قربانی ذبح ہونے کے بعد حصہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل مخرج: 5/444)

تین دن کے بعد قربانی

یہ بھی خیال رہے کہ جن حضرات کے نزدیک قربانی کے ایام عید الاضحیٰ کے بعد دو کے بہ جائے تین یعنی کُل چار دن ہیں، اگر ان کے مطابق قربانی عید کے تیسرے دن، غروبِ آفتاب کے بعد کی گئی تو اس صورت میں، وہ حضرات جن کے نزدیک تین یعنی عید کے بعد دو دن ہیں، ان کی قربانی اس تیسرے دن میں غروبِ آفتاب کے بعد درست نہیں ہوگی اور ان پر اس کے بدلے اب قربانی کے ایک جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ دینا واجب ہوگا۔

شمس الائمہ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

أيام النحر ثلاثة، أفضلها أولها، وذلك مروي عن ابن عمر و علي و ابن عباس رضي الله عنهم۔

قربانی کے تین دن ہیں، ان میں سب سے افضل پہلا دن ہے اور ایسا ہی سیدنا ابن عمر، علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ (المبسوط: 12/19)

نوادر الفقہاء میں ہے:

و أجمعوا أن الأضحية في اليوم الثالث عشر من ذي الحجة غير جائز الخ۔

تیرہ ذی الحجہ کے دن قربانی جائز نہیں، اس پر (جمہور) فقہاء کا اجماع ہے۔ (نوادر الفقہاء: ۷۷)

شُرکا کے نام پکارنا

مذکورہ بالا چند مسائل وہ ہیں جن میں عدم توجہی کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، جب کہ ان کا خیال رکھا جانا ضروری ہے، غضب یہ ہے کہ جن مسائل پر دھیان دیا جانا چاہیے وہاں عدم توجہی سے کام لیا جاتا ہے اور جہاں شریعت نے گنجائش رکھی ہے، وہاں ساری توجہ خرچ کی جاتی ہے۔ مثلاً حصوں والی قربانی میں عام طور سے ہر شریک کا اصل اور پورا نام بلکہ مع ولدیت لکھوانا بہت اہم سمجھا جاتا ہے اور ذبح کرنے والا پکار پکار کر بہ وقتِ ذبح تمام شرکا کے نام لیتا ہے، جب کہ علمانے لکھا ہے کہ شرکا کے نام قربانی کو ذبح کرتے وقت پکارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں ذبح کرنے والا نیت میں

ان سب کی جانب سے ذبح کرنے کا خیال رکھے اور اتفاقاً پکار دیے جائیں اور مقصود اعلام ہو تو مضایقہ نہیں لیکن پکارنے کو ضروری یا اضحیہ میں لازم سمجھنا بے اصل ہے۔ (کفایت المفتی: 8/187)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ذبح المشتراة لها بلا نية الأضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء۔ (ہندیہ: 5/294)

اگر کسی نے قربانی کا جانور خریدتے وقت نیت کرلی تھی اور ذبح کے وقت نیت نہیں کی، تب بھی کافی ہے اور قربانی درست ہوجائے گی۔

واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أتم، ہذا ما حضر الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک أمراً

العبد ندیم احمد الانصاری عفا اللہ عنہ

۲۶/ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ، ۳۰/اگست ۲۰۱۶ء

تصدیق

میں نے بالاستیعاب تمام مسائل دیکھے ہیں، الحمدللہ مستند و معتبر تحریر ہے۔

جسیم الدین قاسمی

۵/ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

مرتِّب کی دینی، علمی، تحقیقی وادبی کاوشیں

۱	صومِ محمود	روزے کے مسائل پر مختصر رسالہ
۲	تعلیمِ اسلام	عقائد، عبادات اور سیرت وسنت پر جامع نصاب
۳	مومن اور اسلامی سال	قمری مہینوں سے متعلق اسلامی احکام کا انتخاب
۴	قرآنیات	قرآن مجید سے متعلق دس علمی رسائل کا مجموعہ
۵	رسائل ابن یامین	احناف کے دس اہم مسائل پر مدلل رسائل
۶	رسائل محمودیہ	مختلف موضوعات پر علمی وتحقیقی رسائل
۷	معارفِ دعوت وتبلیغ	دعوت وتبلیغ سے متعلق آیات کی تفسیر
۸	نورِ ہدایت	۲۰۱۵ء تک کے دینی ومذہبی مضامین کا انتخاب
۹	فکرونظر	۲۰۱۵ء تک کے ملّی وسماجی مضامین کا انتخاب
۱۰	ذوقِ ادب	مختلف عنوانات کے تحت لکھے گئے دس ادبی مضامین